ڈاکٹر نعیم مظہر

استاد شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

نوجوانوں کے خیالات کی تشکیلِ جدید: فکرِ اقبال کی روشنی میں

Dr. Naeem Mazhar

Associate Professor, NUML, Islamabad.

Re Construction of Youth's thoughts in the light of Iqbal's Philosophy

Allama Muhammad Iqbal was one of the greatest poets who bestowed the nature's blessing and insight. In his poetry he did his best to communicate his thoughts to reconstruct the Muslim's ideas especially the Muslim youth. During his time the Indian Muslim were facing numerous issues needed to relook. The Muslim scholar tried their best and Iqbal's endeavor's on the height. In this article a discussed is being carried out to discover the depth of the topic.

Key words: *Greatest Poet, Bestowed, Poetry, Communicate, Reconstruct, Numerous, Discover.*

اقبال ان چند شخصیات میں سے ہے جنھیں قدرت کی فیاضی اور فطرت کی ہم نوائی نصیب ہوئی اقبال نے نہ صرف اپنے زمانے کو متاثر کیا بلکہ آنے والی انسانی برادری کے لیے اصولِ زندگی بھی متعین کر دیے۔ بلاشبہ اقبال بیسویں صدی کے نابغۂ روزگار اشخاص میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

اقبال ہر اہلِ نظر اور اہلِ بصیرت کی طرح اس بات سے واقف تھے کہ "ہر شخص ہے ملت کے مقدر کا ستارہ" مگر اس سے بھی بڑھ کر دور اندیشی اور فکرِ فردا کا مظاہرہ اقبال تب کرتے نظر آتے ہیں جب وہ حکومتوں کی باگ ڈور اور تحریکِ آزادی و خود مختاری کا سہرا نوجوانوں کے سر باندھتے ہیں اس بات میں کوئی دو رائے نہیں ہیں کہ ہر شخص ہی ملت کے لیے اہم ہوتا ہے مگر کچھ کی اہمیت کچھ سے زیادہ ہوتی ہے اسی لیے اقبال نے نوجوانوں کو زیادہ اہمیت دی اور انھیں ہی آگے بڑھنے اور بڑھ کر طغراق کے طمطراقانہ انداز میں دخل اندازی پر زور دیا اور کہا:

ے اُٹھ کہ بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے (۱)

اقبال نے جو مشرق و مغرب میں مسلمان نوجوان کے راج کا خواب دیکھا وہ ابھی تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا اور شاید مستقبل قریب میں ہوتا نظر بھی نہیں آتا، مگر کیا بعید ہے کہ

ے پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار
اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے (۲)

اقبال نے کسی لمحے اور کسی بھی مقام پر نوجوان مسلمان کو تنہا نہیں چھوڑا۔ کہیں اس کی رہبری کی ہے تو کہیں اسے تنبیہ کی ہے۔ کہیں اسے باخبر کیا ہے تو کہیں اسے جھنجھوڑا ہے۔ کبھی شاہین کہا تو کبھی عقاب کہہ کر مخاطب کیا۔ اقبال اس بات سے بھی بخوبی آگاہ تھے کہ اس وقت دنیا میں ایک مسلمان کی کیا عزت اور وقعت رہ گئی ہے۔ موت کا خوف یوں طاری ہے کہ مسلمان شہادت کی لذت سے بے خبر ہو گیا ہے اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے کا یقین تک مفقود ہوتا جا رہا ہے کہ اسے حیاتِ چند روزہ کی فکر، فکرِ عقبیٰ سے کہیں بڑھ کر ہونے لگی ہے جو کبھی بت شکن تھے آج بت تراش بنے پھرتے ہیں اور سب سے پُر خطر بات جو اقبال نے محسوس کی وہ مغربیت کی پیروی اور چلن ہے کہ اس نے بغیر جنگ لڑے ہماروں ذہنوں کو کھوکھلا اور مادہ پرست بنا دیا ہے۔ قیصر و کسریٰ کے تخت الٹنے والے آج نانِ جویں تک کے محتاج نظر آتے ہیں۔ ان حالات میں بھی اقبال کو مغربی سِحر توڑنے والے کسی نوجوان کی تلاش ہے۔ جس کی طرف ابو الحسن علی ندوی نے بھی اشارہ کیا ہے:

> "مسلمان آج موت و شہادت کی لذت سے بے خبر ہو چکا ہے اور "لا غالب الا اللہ" کا یقین کھو چکا ہے اب اسے حیاتِ چند روزہ ہی کر فکر ہر دم لگی رہتی ہے اور ایک روٹی کے لیے سو انسانوں کی خوشامد اس کا پیشہ بن گیا ہے۔ فرزندِ ابراہیمؑ آج بت شکنی کے بجائے بت تراشی کر رہا ہے اور افرنگ سے نئے اصنام در آمد کر رہا ہے یہ نسل نشاۃِ ثانیہ کی محتاج ہے۔ آج اسے پھر "قُم باذن اللہ" کہنا ہو گا۔ ہمیں مغرب نے مسحور ہی نہیں کیا بلکہ بغیر لڑے اس نے ہمارا خاتمہ کر دیا۔ آپ کے اصحاب نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیے تھے آج پھر اس مردِ مومن (نوجوان) کی ضرورت ہے جو ایمان و یقین سے تہذیبِ جدید کے سحر و اثر کا طلسم توڑ دے۔" (۳)

اقبال مسلمان نوجوان کے ذہنی افکار کی تشکیل کرتے ہوئے اسے ماضی کے ان عظیم الشان ادوار کا بھی نظارہ کرواتا ہے کہ جب کبھی یہ امتِ مرحوم رشکِ آسمان تھی اور اس کا ہر نوجوان رشکِ قمر و شمس تھا۔ اپنی عظمتِ رفتہ کو یاد کرے اور یاد کر کے اِسے روح کا اوڑھنا بچھونا بنا تا کہ تجھے نئے افکار نئے نہیں بلکہ اجداد کی تربیت کا پہلو نظر آئیں۔

ے کبھی اے نوجواں مسلم! تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سر دارا [۴]

ایک طرف عظمتِ رفتہ کی جھلک ہے تو دوسری طرف سمجھاتے ہوئے ذہنی افکار کو یوں تہہ و بالا کرتے ہیں:

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا [۵]

دونوں حالتوں میں اقبال ذہنی فکر کو صحیح جھنجھوڑتے دکھائی دیتے ہیں کہ آج کا نوجوان فقط باتوں پر توجہ دیتا ہے دن رات فلسفے بگھارتا ہے مگر میدانِ عمل میں نظر نہیں آتا اور جو نسلیں اپنے اجداد کے نقشِ قدم پر نہیں چلتیں تباہی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ اس لیے دورِ جدید میں بھی نوجوانوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اسلاف کی گرداں قدر خدمات کو سمجھ کر ترویج و تربیت کریں۔

عصرِ حاضر کے تعلیمی نظام اور عقلی افکار کو بھی پختہ اور باربط رکھنے کے لیے اسلاف کی طرف رغبت کی ترغیب اقبال ہی کے ہاں سے نوجوانوں کو ملتی ہے۔ اقبال اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ موجود مدرسے اور جامعات عقل کو آزادی کا پروانہ تو ضرور دیں گی مگر اسے اصل سمت میں کبھی گامزن نہ کر سکیں گی اس کا علاج اسلاف کی تعلیم میں ہے۔

پختہ افکار کہاں ڈھونڈنے جائے کوئی
اس زمانے کی ہوا رکھتی ہے ہر چیز کو خام
مدرسہ عقل کو آزاد تو کرتا ہے مگر
چھوڑ جاتا ہے خیالات کو بے ربط و نظام
مُردہ، لادینی افکار سے افرنگ میں عشق
عقل بے ربطیِ افکار سے مشرق میں غلام [۶]

اقبال نوجواں کو صاحبِ کتاب اور صاحبِ علم دیکھنے کے خواہاں ہیں کیوں کہ ہمارے ہاں اس طرح سے طالبِ علم نوجوان کوشش و سعی سے کام نہیں لیتا جیسے مغرب میں لیا جاتا ہے۔ ہر مصیبت اور مشکل سے بچنا ہمارا وطیرہ بن گیا ہے اور مجموعی طور پر ہم سہل پسند قوم بن چکے ہیں ہماری رگ و پے میں آرام طلبی سرایت کر چکی ہے اسی لیے اقبال مشکلات سے لڑنے اور ان کا سامنا کرنے کی تلقین کرتے ہیں تاکہ ہمارے جذبات میں تحرک قائم رہ سکے۔ وگرنہ ہم جمود کا شکار ہو جائیں گے۔

ے خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں (۷)

نوجوانوں کے خیالات کو بدلنے اور ان کی تشکیلِ جدید کے لیے اقبال انھیں بار بار عقاب یا شاہین سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

ے عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں (۸)

آئی ٹی کی ترقی اور سوشل میڈیا کی فضول مصروفیت نے نئی نئی بحثیں شروع کر دی ہیں۔ ہر نوجوان کم علمی کی بدولت نئے نئے مغربی استعماریت اور مذہبی امور میں فقیہانہ مسائل کا شکار دکھائی دیتا ہے بہت سے نوجوان ان تابڑ توڑ حملوں میں شکست کھا کر لبرل ازم یا پھر سیکولر ازم کا شکار ہو گئے ہیں مگر ایسے حالات میں اقبال ان کو نصیحت کرتے ہیں کہ:

ے اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ
اُن کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری (۹)

اقبال کا نوجوانوں کے نام سب سے اہم اور خاص پیغام خودی کا پیغام ہے کہ جب تک نوجوان خود دار اور اپنی قوتوں پر بھروسا کرنا نہیں سیکھے گا تب تک اسے اپنی اہمیت کا اندازہ نہیں ہو سکتا اور معاشرے میں اس کی شناخت قائم نہیں ہو سکے گی اس لیے ضروری ہے کہ وہ خود کو اس بلند مرتبے پر پہنچائے کہ خدا بھی اس کی پسند و ناپسند کا خیال کرے۔

ے خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے (۱۰)

اقبال نے نوجوانوں کو ہر طرح کی رہنمائی فراہم کی اور کسی بھی عہد میں کسی بھی حالات میں نمٹنے کا حوصلہ عطا کیا۔ اقبال خود بھی رجائیت کے پرستار تھے " ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی" ان کا مشہورِ زمانہ مصرعہ ہے۔ اسی طرح وہ نوجوانوں کو سب سے بڑی نصیحت ناامیدی سے بچنے کی کرتے ہیں کہ ناامید شخص خدا سے ٹوٹ کر زمانے کی بھول بھلیوں میں

کھو جاتا ہے گویا خود بھی گورکھ دھندے کا حصہ بن جاتا ہے۔ ناامیدی قاتلِ عرفانِ ذات ہے اور سب سے بڑی ذہنی غلامی کی وجہ بھی۔

نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
امیدِ مردِ مومن ہے خدا کے رازدانوں میں (۱۱)

اقبال کی تمام شاعری میں نوجوانوں کے لیے رہنمائی کے اصول ملتے ہیں مگر اتفاق کی بات ہے کہ مجموعی طور پر ہماری تمام نوجوان نسل اقبال کے کلام پر مشکل پسندی کی مہر لگا کر غیر فعال بنائی جا رہی ہے اور طرہ اس پر یہ کہ کچھ اقبال مخالف گروہ بھی ہمارے معاشرے میں پنپ رہے ہیں اور مسلسل اقبال فہمی کی غلط غلط تشریحات کر کے نوجوانوں کو متشدد اور گمراہ کن عقائد کی طرف لے جا رہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ نوجوان اقبال کے مخالفین کی باتوں کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے تفہیمِ اقبال کے لیے اپنے طور پر سرگرمِ عمل نظر آئیں اور اقبال کا شاہین بن کر دکھائیں۔

علامہ کا مطمحِ نظر نوجوانوں کو اس کے اصل جوہر سے روشناس کرانا تھا اور وہ اس میں مکمل طور پر کامیاب ہوئے ہیں۔ ان کے ہاں ایک مردِ مومن اور کامل انسان کا تصور اپنی تمام تو جولانیوں کے ساتھ جلوہ فرما ہے۔ اقبال کا نوجوان کوئی عام نوجوان نہیں بلکہ وہ حقیقی معنوں میں سچا مسلمان، مجاہد، مردِ مومن، شاہین، مردِ خودی اور ایک امیدانہ نگاہ کا حامل نوجوان ہے۔ ایسا ہی نوجوان جس کے بارے میں اقبال نے کہا:

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ ڈالتے ہیں جو کمند (۱۲)

اقبال نے یقیناً ہر سطح اور شعبے میں نوجوانوں کے خیالات کی تشکیلِ نو میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ اقبال نے نوجوانوں کے خیالات میں سب سے بڑی تبدیلی اس وقت پیدا کی جب انھیں تقلید ار پیروی جیسی بیماری سے بچنے کا درس دیا۔ بلاشبہ وہی انسان معاشرے اور دنیا کے لیے سود مند ہوتا ہے جو صاحب اختراع ہوتا ہے۔ جس کے ذہن میں حرکت و عمل اور خودی کی لہر موجزن رہتی ہے وہ شخص جو زمانے کی پیروی میں چلتا ہے اس کا نقطۂ نظر بالکل محدود اور زمانے کے اصولوں کے جیسا ہوتا ہے اسی لیے اقبال اپنے نوجوانوں کے ذہنوں کو جنجھوڑتے ہوئے انھیں اپنا جہاں پیدا کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ یقیناً یہ نوجوانوں کے ذہنوں میں انقلاب برپا کر دینے والا نظریہ ہے۔ لکھتے ہیں:

وہی جہاں ہے ترا جس کو تُو کرے پیدا
یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے (۱۳)

اقبال اصل معنوں میں نوجوانوں کے خیالات کی تشکیلِ نو کرتے نظر آتے ہیں۔ جہاں انھیں اپنی دنیا، اپنے نظریات، خودی اور اختراع کی تعلیم دی وہیں انھیں اپنے مقصد کے حصول کے لیے قولی و فعلی رہنمائی بھی فرمائی ہے کہ ایک رہنما، خودی کے پیکر، مرد مومن اور شاہین کی صفات کے حامل نوجوان کو کیسا ہونا چاہیے۔ لکھتے ہیں:

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم پاک دل و پاک باز (۱۴)

اقبال نے نوجوانوں کو تہذیبی، ثقافتی اور فکری سطح پر بھی تنہا نہیں چھوڑا۔ اپنے عہد میں بھی اور آج تک بھی ان کی اس لحاظ سے تعلیمات نوجوانوں کی رہنمائی کرتی نظر آتی ہیں۔

مغربی استعماریت نے اقبال کے زمانے سے قبل ہی اپنی جڑیں مضبوط کر لی تھیں مگر وہ جڑیں وہ بیج ایک تناور درخت کی صورت میں اقبال کی زندگی میں ہی اپنے اثرات بکھیرنے لگے تھے۔ عموماً نوجوانوں کی جبلت میں یہ بات شامل ہے کہ نئی چیز اور نئے نظریے کو اپنانے میں پیش پیش ہوتے ہیں اسی لیے اقبال نے انھیں ان کے خیالات کے ساتھ بدلنے کی کوشش کی اور بار بار مغربی قوتوں اور تخریبی طاقتوں کے گورکھ دھندوں سے انھیں دور رہنے کی تلقین کی۔ فرماتے ہیں:

اُٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احسان
سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر (۱۵)

اپنی دھرتی سے پیار اور مٹی سے محبت کا درس بھی اس شعر میں ملتا ہے۔ یہی اقبال کی خوبی ہے کہ وہ نوجوانوں کی رہنمائی میں حتی الوسع دور بینی و خیر اندیشی سے کام لیتے ہیں۔ بے شک اقبال کو اپنا رہنما جان کر ہی نوجوان اپنے مقاصد کے حصول کر سکتا ہے۔

اقبال اپنے نوجوان کے لیے نت نئے انداز اور تشبیہات و استعارات سے رہنمائی فرماتے ہیں۔ انھیں احساس تک نہیں ہونے دیتے مگر زندگی اور اس کی تمام تر رنگینی ان کے سامنے ہویدا و واضح کر دیتے ہیں۔ دنیا اور اس کی آلائشوں سے بچ کر خدائے لم یزل کی قربت کا حصول اور جہانِ ناسوت سے جہانِ لاہوت تک کے سفر کی ترغیب دیتے ہیں۔ اسی لیے اقبال اپنے نوجوان کو ایک ایسا طائر کہتے ہیں جو عالمِ ناسوت میں فقط عالمِ لاہوت کی پرواز کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اس کا یہ مقصد ارفع و اعلیٰ ہے اسی مقصد کے حصول میں ممکنہ موت سے بھی دریغ نہ کرنے کا درس اقبال نوجوانوں کو دیتے نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (۱۶)

یہی پرواز اقبال کی شاعری کا نوجوانوں کے تخیلات میں تبدیلی کا نقطۂ عروج ہے۔ اگر اقبال نے پرواز کا کہا تو ساتھ میں شاہین بھی کہا اور شاہین کہتے ہوئے اس کی صفات کا بھی ذکر کیا تاکہ کہیں بھی تشنگی محسوس نہ ہو اور نوجوانوں کی رہنمائی میں مکمل معاونت ہو۔ شاہین تنہائی پسند ہوتا ہے، وہ گلشن سے دور بیاباں میں رہتا ہے، وہ جانتا ہے کہ خلوت میں رہنے سے میری خودی اور بھی معتبر ہو گی اور اس میں نکھار پیدا ہو گا۔ اس لیے اقبال نوجوان کی رہنمائی میں شاہین کی زبان میں فرماتے ہیں۔

؎ بیاباں کی خلوت خوش آتی ہے مجھ کو
ازل سے ہے فطرت میری راہبانہ
خیابانوں سے ہے پرہیز لازم
ادائیں ہیں ان کی بہت دلبرانہ
ہوائے بیاباں سے ہوتی ہے کاری
جواں مرد کی ضربتِ غازیانہ (۱۷)

اسی طرح شاہین دور بیں اور تلاش و جستجو میں کامل دسترس رکھتا ہے۔ وہ دور بیٹھا اور آسمانوں میں اڑتا ہوا بھی اپنے شکار کو دیکھ لیتا ہے۔ اس لیے اقبال نوجوانوں کو شاہین جیسی تجسس والی نگاہ دینا چاہتے ہیں۔

؎ چیتے کا جگر چاہیے، شاہیں کا تجسس
جی سکتے ہیں بے روشنی دانشِ فرنگ (۱۸)

اقبال نوجوانوں کو اسی دنیا میں رہ کر اسی دنیا کی آلائشوں سے بچنے کا درس دیتے ہیں کیوں کہ شاہین اور کرگس اسی فضا میں رہتے ہیں مگر دونوں کا مطمح نظر مختلف ہوتا ہے۔

؎ پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور (۱۹)

آج کا نوجوان اگر اقبال کے فرمودات اور مقرر کردہ حدود کے مطابق زندگی گزارے اور اپنے خیالات کی تشکیلِ جدید انھیں خطوط پر استوار کرے تو اسے مردِ مومن اور مردِ کامل بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

حوالہ جات

۱۔ کلیاتِ اقبال، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ص ۲۷۶

۲۔ ایضاً، ص ۲۷۲

۳۔ ابوالحسن علی ندوی، مولانا، شکوہ اور مناجات، مشمولہ "نقوشِ اقبال" مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۸ء، ص ۲۶۶

۴۔ کلیاتِ اقبال، ص ۱۹۱

۵۔ ایضاً، ص ۱۹۱

۶۔ ایضاً، ص ۵۹۴

۷۔ ایضاً، ص۵۹۵

۸۔ ایضاً، ص۴۴۷

۹۔ ایضاً، ص۲۷۷

۱۰۔ ایضاً، ص۲۸۴

۱۱۔ ایضاً، ص۴۴۷

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۳۷

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۲۷

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۱۳

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۱۵

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۱۷

۱۸۔ ایضاً، ص ۳۱۳

۱۹۔ ایضاً، ص۳۲۰